سیّدنا ابوطلحہ انصاریؓ

مسلمان اور مشرکینِ عرب ایک دوسرے سے گتھے ہوئے تھے۔ جیت صاف مسلمانوں کی تھی۔ راستنے میں میدانِ جنگ کا نقشہ بدلا، مسلمانوں کی فوج کا وہ حصہ جو حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کے تحت تھا اپنی جگہ سے ہٹا۔ مجاہدِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پہاڑی راستے پر حفاظت کے لیے کھڑا کیا تھا۔ ان لوگوں نے سوچا اب جنگ ختم ہو چکی ہے تو اپنی جگہ چھوڑ کر میدانِ جنگ کے بیچ میں چلے جائیں جہاں مالِ غنیمت جمع کیا جا رہا تھا اور مالِ غنیمت جمع کرنے میں ہاتھ بٹائیں۔

کافروں کے ایک دستے نے دیکھا کہ حفاظتی دستہ اپنی جگہ پر نہیں ہے۔ تو گھوم کر وہاں پہنچے اور اس حصہ کو گھیرے میں لے لیا جہاں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے اپنی فوجوں کو لڑا رہے تھے۔ یہ جنگ کا وہ نازک لمحہ تھا جب بازی اِدھر یا اُدھر ہو سکتی تھی۔ کافروں کا حملہ شدید سے شدید تر ہوتا گیا۔ مسلمان اس وقت میدانِ جنگ میں پھیلے ہوئے تھے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب بہت کم لوگ رہ گئے تھے لیکن یہی جاں نثار اپنی جگہ ڈٹ گئے اپنے نبیؐ کے آگے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر سپر ہو گئے۔ کانٹے کی لڑائی ہو رہی تھی۔ کافر بڑھے چلے آ رہے تھے اور مسلمان انہیں روک رہے تھے۔ کبھی کبھی رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھا کر یہ منظر دیکھ لیتے تھے۔ اس وقت ایک آواز سنائی دیتی...... میری جان آپ کی جان پر قربان اور میرا چہرہ آپ کے چہرۂ مبارک پر نثار! اور پھر اللہ کا وہ سپاہی جس کی آواز تھی اپنے پیمبر کے لیے ڈھال بن جاتا اس دن ایک دو نہیں تین کمانیں اس کے ہاتھوں میں ٹوٹیں۔ تیر تھے کہ دشمن کے لیے موت کا پیام لے کر ان کی چٹکی سے نکلتے۔ اس روز حملہ آوروں کا منہ پھیر دینے میں اس مجاہد کا بڑا ہاتھ تھا...... یہ مجاہد حضرت ابوطلحہ انصاریؓ تھے۔ دوسری بیعتِ عقبہ کے نقیب۔ بنو خزرج کے رئیس۔ خاندانِ نجار کی آبرو۔ حضرت ام سلیمؓ کے شوہر اور حضرت انسؓ بن مالک کے سرپرست! مہاجرین اور انصار میں بھائی چارہ ہوا تو حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ آپ کے بھائی بنائے گئے۔ وہ ان لوگوں میں سے ایک تھے جنہیں جنت کی بشارت دی گئی تھی! حضرت ابوطلحہؓ کے مقام کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ اُحد کی لڑائی کے بعد اُن کا بایاں ہاتھ زندگی بھر کے لیے بیکار ہو گیا تھا۔ یہی تھا جس پر وہ اُن تیروں

کی بارش روک رہے تھے جو رسالتِ پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو رہی تھی۔ یہ ہاتھ مسلمانوں کے لیے بڑا مقدس ہاتھ جس نے میدانِ اُحد میں تاریخ کا دھارا موڑ دیا۔ ابوطلحہؓ کی عمر اس وقت چوبیس پچیس سال کی تھی۔ اوسط قد تھا، سانولی رنگت۔ مدینے میں ان کا بڑا مرتبہ تھا۔ رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے گھر جاتے۔ کھانے کا وقت ہوتا اور کوئی چیز کھانے کے لیے پیش کی جاتی تو خوشی سے کھاتے۔ کبھی دوپہر میں ان کے گھر کو رونق بخشتے تو تھوڑی دیر کے لیے قیلولہ بھی کر لیا کرتے تھے۔ حضرت ام سلیمؓ رشتہ میں آنحضرتؐ کی خالہ ہوتی تھیں رشتہ دور کا سہی لیکن حضورِ اکرمؐ ان کا بڑا لحاظ فرماتے تھے۔ انھی کی وجہ سے حضرتِ انسؓ کو بارگاہِ نبویؐ کا خادم بننے کی سعادت حاصل ہوئی۔

رسالتِ پناہؐ کی ذات سے حضرت ابوطلحہؓ کو بے پناہ عقیدت تھی۔ خود حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کا بہت خیال رکھتے تھے۔ تمام لڑائیوں میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے۔ سفر میں اُن کا اونٹ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری سے سب سے زیادہ قریب ہوا کرتا تھا۔ گھر میں جب بھی کوئی چیز آتی ہے تو حضرت ابوطلحہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ضرور تحفہ بھیجتے۔ کبھی کبھی تو بہت معمولی چیزیں بھیجی جاتیں۔ خرگوش کی ایک ران، تھوڑے سے خرمے غرض جو کچھ بھی ہوتا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بڑی خوشی سے ان کی نذر قبول فرما لیتے۔ قدر افزائی کا یہ حال تھا کہ اللہ تعالیٰ کے رسولؐ حج کے لیے تشریف لے گئے اور منیٰ میں بال ترشوائے تو داہنی طرف کے بال تو کئی لوگوں میں تقسیم فرمائے لیکن بائیں طرف کے تمام موئے مبارک حضرت ابوطلحہؓ کو عنایت ہوئے۔ اس امتیاز پر کوئی ان کی خوشی دیکھتا! معلوم ہوتا تھا کہ دو عالم کی دولت ان کے حصے میں آئی تھی۔

جب عبداللہ بن ابی طلحہؓ پیدا ہوئے تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور چبا کر نومولود کو چٹائی اور نام رکھا۔ ہجرت کے بعد پیدا ہونے والے بچوں میں سب سے پہلے یہ شرف حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو حاصل ہوا۔ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نواسے تھے۔

انھی عبداللہؓ سے حضرت ابوطلحہؓ کی اولاد پھیلی اور بھی لڑکے ہوئے لیکن وہ بچپن ہی میں مر گئے دوسرے لڑکے حضرت اسحٰق تھے جن کے لڑکے یحییٰ مشہور محدث گزرے ہیں۔

مسجدِ نبویؐ کے بالکل سامنے ایک جگہ تھی بیرحا۔ یہاں حضرت ابوطلحہؓ کی کچھ زمین تھی۔ بڑی زرخیز اور شاداب زمین تھی! اس میں ایک کنواں تھا۔ مدینے کا مشہور کنواں۔ نہایت میٹھا پانی تھا۔ اس میں سے ایک خاص مہک آتی تھی۔ رسالتِ پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کنویں کا پانی پیا کرتے تھے اور بہت شوق سے پیتے تھے۔ جب حکم آیا کہ: ـــــــ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ـ

یعنی جب تک اس میں سے خرچ نہ کرو جو تم کو بہت زیادہ عزیز ہے تو نیکی کو نہیں پا سکتے —— تو سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اور بالخصوص انصار کے بڑے آدمیوں نے جو جس کے پاس تھا راہِ خدا میں وقف کر دیا۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے بھی وہ زمین اور کنواں وقف کرنا چاہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو بہت خوش ہوئے فرمایا۔ اسے عزیزوں میں تقسیم کر دو!

ایک وہ دور تھا کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی شراب کی محفلیں مدینے سے باہر بھی مشہور تھیں یا اسلام لانے کے بعد ایک ایسا دور بھی آیا کہ جو کچھ تھا راہِ خدا میں لٹا چکے تھے۔ فقر و فاقے میں زندگی بسر ہونے لگی۔ ایک مرتبہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک مسافر آیا۔ اس کے ٹھہرنے کا کہیں انتظام نہیں ہو رہا تھا۔ ارشادِ نبوی ہوا کہ —— اسے جو مہمان رکھے گا خدا اس پر رحم کرے گا۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اٹھے۔ مہمان کو ساتھ لیا۔ گھر پہنچے۔ بیوی سے پوچھا —— آج کھانے پینے کا کیا انتظام ہے بتایا گیا کچھ نہیں۔ بس اتنا ہے کہ بچوں کے لیے کچھ پکا لیا گیا ہے۔ فرمایا —— بس یہ کافی ہے۔ کسی طرح بچوں کو سلا دو۔ بچے سو گئے تو چراغ بجھا دیا۔ اور جو کھانا تھا مہمان کے آگے رکھ دیا۔ میاں بیوی بھی ساتھ ہی بیٹھ گئے اور جھوٹ موٹ منہ چلاتے رہے۔ سارا گھر فاقے سے تھا۔ چھوٹے چھوٹے بچے بھوکے تھے لیکن کچھ پروا نہ تھی۔ صبح بارگاہِ نبوی میں پہنچے تو ارشاد ہوا کہ —— رات تمہارے ایثار سے اللہ تعالیٰ خوش ہوا!

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ انصاری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد کوئی چالیس سال تک زندہ رہے۔ کیسے چالیس سال کہ تصور کر کے عبرت ہوتی ہے۔ کوئی تیس سال کی عمر سے لے کر ستر برس کی عمر تک یعنی جب انتقال ہوا اس وقت تک مسلسل روزے رکھتے۔ سوائے ان دنوں کے جب روزہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ زندگی کے دیگر معمولات کا اس کے کیا ذکر ہو۔ عمل ایسا اور علم کا یہ حال کہ ابنِ حجر عسقلانی لکھتے ہیں —— وہ اُن صحابہ کرام میں سے تھے جن کے علم و فضل کا دور دور چرچا تھا۔ ہجرت کے بعد برابر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے۔ سفر و حضر میں ساتھ رہا۔ بانوے ۹۲ حدیثیں اُن سے نقل کی گئی ہیں۔ اس بارے میں وہ بڑی احتیاط فرماتے تھے۔ خدا نے اُن کے بیٹوں پوتوں کو بھی یہ فضیلت دی تھی کہ اپنے وقت میں علم حدیث کے امام مانے جاتے تھے۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی بیان کی ہوئی اکثر حدیثیں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں لڑی جانے والی جنگوں کے بارے میں ہیں۔ عام خیال یہ ہے کہ ان تمام لڑائیوں میں وہ شریک رہے۔ بدر، احد، خیبر اور حنین میں اُن کی جنگی صلاحیتیں غیر معمولی طور پر نمایاں ہوئیں۔

ہجرت کا ابتدائی دور اہل مدینہ کے لیے بڑا صبر آزما تھا۔ مشرکین مکہ نے مدینے کے منافقوں اور یہودیوں سے مل کر مسلمانوں کو تنگ کرنا شروع کیا تھا۔ آئے دن یہ خبریں پھیلتی رہتی تھیں کہ مکہ والے شبخون ماریں گے۔ رات کے حملوں کا خیال کر کے مظلوم مسلمان پریشان رہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ رات گزری تھی کہ شور و غل اٹھا کہ —— مدینے پر حملہ ہونے والا ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی حجرے سے باہر تشریف لے آئے۔ صورتِ حال معلوم ہوئی تو آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جو لوگ جمع ہو گئے تھے ان میں حضرت ابوطلحہؓ بھی تھے۔ وہ گھوڑے پر سوار ہتھیار لگائے ہوئے آئے تھے اور حملہ آور دل سے نمٹنے کے لیے ہر طرح تیار تھے۔ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوطلحہؓ کا گھوڑا لیا سوار ہوئے اور تن تنہا مدینے سے باہر چلے گئے۔ اپنے فدائیوں کی حفاظت کا کس قدر غیر معمولی خیال تھا کہ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کو خطرے میں ڈال دیا۔ حضرت ابوطلحہؓ سے رہا نہ گیا۔ پیچھے پیچھے چلے۔ تھوڑی دور گئے تھے کہ دیکھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لا رہے ہیں حضرت ابوطلحہؓ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی طرف آتے دیکھا تو فرمایا کہ —— خوف کی کوئی بات نہیں! اطلاع عام ہو گئی! سب لوگ اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ حضرت ابوطلحہؓ بڑے خوش ہوئے تھے کہ اُن کا گھوڑا بڑا مبارک ثابت ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس پر سواری فرمائی اس موقع پر ان سے ارشاد ہوا کہ —— ابوطلحہؓ! تمہارا گھوڑا بڑا تیز رفتار ہے! ایک جاں نثار کے لیے یہ بڑا اعزاز تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد بہت عاشقانِ رسول ایسے تھے۔ جن کا دل مدینہ میں بالکل نہیں لگتا تھا۔ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک بات یاد آتی اور دل کو تڑپاتی رہتی تھی۔ بہت سوں نے شام ہجرت کی۔ انہی میں حضرت بلالؓ اور حضرت ابوطلحہؓ انصاری بھی تھے۔ ان غم زدہ دل کے دل جب دوری سے گھبراتے تو رات دن کا سفر کر کے روضہ مبارک پر حاضر ہوتے اور رو رو کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرتے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جو آگے رہنے اور نمایاں ہونے کا کبھی خیال نہیں کرتے تھے۔ جو کچھ کرنا ہوتا چپ چاپ کر دیتے۔ جب بیرحا کی قیمتی زمین اور کنواں وقف کیا تو قسم کھا کر کہا —— یہ بات اگر چھپ سکتی تو میں کبھی ظاہر نہ کرتا۔ حکم ہے کہ —— راہِ خدا میں اس طرح خرچ کرو کہ دائیں ہاتھ سے خرچ ہو تو بائیں ہاتھ کو خبر تک نہ ہونے پائے۔ حضرت ابوطلحہؓ اس حکم پر عمل کرنا چاہتے تھے۔ ویسے صدقہ و خیرات اگر ظاہری طور پر بھی ہو تو کچھ مضائقہ نہیں بشرطیکہ

مقصد دوسروں کو انفاقِ فی سبیل اللہ کی ترغیب دینا ہو۔

حضرت ابوطلحہ رضؓ نے بڑی خاموشی سے زندگی بسر کی۔ سارا وقت عبادتِ الٰہی میں گزارا۔ کسی دنیاوی اعزاز کی کبھی خواہش نہ کی۔ چاہتے تو ہر خدمت انہیں مل سکتی تھی۔ حضرت ابوبکر رضؓ کے زمانہ میں شام ہی میں رہے۔ حضرت عمر رضؓ کے انتقال سے کچھ دنوں پہلے مدینہ آئے پھر واپس شام چلے گئے۔

ستّر برس کی عمر میں وفات پائی۔ وہ بھی اس حال میں کہ گھر بار اور بچّوں سے دور تھے۔ ایک تو بڑھاپا اس پر چالیس سال مسلسل روزہ رکھنے کی وجہ سے کمزوری بڑھ گئی تھی مگر ایمان ایسا مضبوط تھا کہ ایک دن گھر پر بیٹھے کلامِ پاک کی تلاوت کر رہے تھے کہ سورۂ توبہ کی ایک آیت نے جہاد کا ولولہ تازہ کر دیا۔ بولے ـــــ خدا نے بوڑھے جوان سب پر جہاد فرض کیا ہے۔ میرے لیے سامانِ سفر تیار کر دو! کسی نے کہا ـــــ خدا آپ پر رحم کرے۔ عہدِ نبویؐ کی تمام لڑائیوں میں آپ شریک ہو چکے ہیں، شیخین کے زمانے میں آپ نے برابر جہاد میں حصّہ لیا۔ اب اس حال میں آپ گھر میں بیٹھے رہیئے ہم لوگ جہاد پر جاتے ہیں۔ لیکن شوقِ جہاد اور شوقِ شہادت کہاں رکنے دیتا تھا۔ ایک سمندری لڑائی میں شریک ہوتے نکلے۔ جہاز ہی پر انتقال فرمایا۔ ساتویں روز جہاز خشکی پر پہنچا تو انہیں سپردِ خاک کیا گیا۔ مجاہد لوٹ رہے تھے تو ان کا یہ جملہ سب کے کانوں میں گونج رہا تھا کہ ـــــ اللہ تعالیٰ نے بوڑھے جوان سب پر جہاد فرض کیا ہے!